کیا نمازِ شاہؑ تھی ارکانِ ایمانی کے ساتھ

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ کربلا کے چٹیل میدان میں امام حسین علیہ السلام ان کے اعزہ اور اصحاب نے جیسی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی قوم وملت میں کسی بھی مقصد کے لئے اتنی عظیم قربانیاں نہ پیش کی گئیں اور نہ قیامت تک پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس واقعہ میں جذبۂ قربانی، صبر وتحمل اور راہ خدا میں خندہ پیشانی سے ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے جتنے پہلو پائے جاتے ہیں نہ ان کی مثال مل سکتی ہے اور نہ اس کے نتیجے میں جیسے گوناگوں اور مختلف النوع آثار مرتب ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور جس جس طرح سے انسان اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف موڑوں پر اس سے روشنی حاصل کرسکتا ہے اس کی کوئی حد ہے۔ یقیناً یہ واقعہ بتاتا ہے کہ ایک رہبر کامل میں رہبری کے کیسے جوہر ہونا چاہئے۔ دقت نظر سے صحیح رہبر کے انتخاب کے بعد آنکھ بند کرکے اس کی کیوں کر اطاعت کرنا چاہئے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منزل مقصود حاصل کرنے کے لئے اہل کارواں میں کیسی ہم آہنگی ہونا چاہئے۔ واقعہ کربلا رنگ ونسل و قومیت کی بنا پر تفوق و برتری کے جذبے کو پامال کرتے ہوئے اسلامی مساوات کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ جس زانو پر جناب عباسؑ وعلیؑ اکبر کا سر ہے اسی پر جونؑ غلام ابوذرؓ کا بھی سر نظر آتا ہے۔ چھوٹوں بڑوں میں حفظ مراتب کی تعلیم بھی مل جاتی ہے، غرض کہاں تک فہرست گنوائی جائے، سرکار رسالتؐ نے اپنی سیرت سے جن باتوں کی تعلیم ۲۳؍ برس پر پھیلی ہوئی مدت میں دی امام حسینؑ نے ان باتوں کو ایک رات اور ایک دن میں اجاگر کردیا۔ واقعہ کربلا کوئی پھول نہیں، کوئی گلدستہ نہیں، بلکہ وہ اخلاق وکردار اسلامی کا ایک سدابہار چمن ہے جس سے ہر ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق پھول چن سکتا ہے۔ لیکن اس ہمہ رنگی میں یک رنگی بھی ہے روشنیاں تو ہر رنگ کی ہیں لیکن وہ برقی رو جس نے دنیا کو چمکا اور جگمگا رکھا ہے وہ دو مثبت اور منفی طاقتوں لا الہ الا اللہ کی رہین منت ہے۔ واقعۂ کربلا کی اصل روح قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ہے یعنی قابل پرستش، لائق اطاعت، سر جھکانے کے قابل ایک ہی یکتا اور بے نیاز ذات ہے جس کے مقابل سب کو اظہار نیازمندی کرنا چاہئے۔ اسی کو ہر ایک کا مقصد نگاہ وملجا و ماویٰ ہونا چاہئے اس کے علاوہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت جو ذات احدیت سے ٹکرائے وہ طاغوت ہے ایمان باللہ کے لئے طاغوتی طاقتوں سے کفران کے سامنے سر جھکانے سے انکار ضروری ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار کبھی ؎

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت

سے اور کبھی ؎

حقّا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

سے کیا جارہا ہے۔ اسی عقیدے کا عملی مظاہرہ ایک مسلمان نماز کی صورت میں کرتا ہے۔

نماز تو توحید فی الذات، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادت صرف اللہ کے سامنے سر جھکانے ہر طاقت سے سربلندی، اللہ کے سامنے انتہائی خضوع وخشوع کے مظاہرہ کے لئے اسلام نے منتخب کیا ہے۔ قبلہ کی طرف رخ کرنے کی شرط اشارہ ہے کہ ہر طرف سے رخ موڑ کر پوری توجہ اللہ کی طرف ہونا چاہئے۔ قیام رکوع وسجود علامتیں ہیں مقصد الٰہی کے لئے قیام کرنے، صرف اسی کے سامنے

جھکنے،اور بس اسی کے لئے مظاہرہ خضوع وخشوع کرنے کی۔

چونکہ نماز کو اسلام کے بنیادی مقاصد کے اقرار و اظہار کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسی لئے اس کو تمام عبادتوں پر تفوق و برتری حاصل ہے۔ رسالت مآبؐ نے اس کو اپنی خنکی چشم فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اگر نماز قبول ہوئی تو تمام اعمال قابلِ قبول ہوں گے اور اگر نماز رد ہوگئی تو ہر عمل رد ہوجائے گا۔ رسولؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے۔ یعنی جس طرح عمارت ستونوں پر قائم ہوتی ہے ستون گر جائیں تو عمارت ڈھا جاتی ہے۔ وسطی عماد نہ رہے تو خیمہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اگر نماز نہ رہی تو گویا دین ہی ختم ہوگیا۔ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ شرک واسلام میں مابہ الامتیاز نماز ہے۔ تارک الصلوٰۃ کو انبیاءؑ کا قاتل بتایا گیا ہے کیونکہ مقصد نبوت فرامین الٰہی کے سامنے سر اطاعت جھکانا ہے۔ تارک الصلوٰۃ اس مقصد کا قاتل ہوتا ہے۔

نماز کے یہی خصوصیات اور یہی امتیازات تھے جن کی بنا پر امام حسین علیہ السلام نے نماز کو معرکۂ کربلا میں جو اسلامی حقائق کا آئینہ ہے خاص درجہ عنایت فرمایا۔ جس سے بہتر طریقہ پر اہمیت نماز کا مظاہرہ حدود امکانی سے باہر ہے شب عاشور وہ رات ہے جس کو امام حسینؑ نے دل بھر کے نماز ادا کرنے کے لئے دشمنوں سے مانگ کر حاصل کیا۔ روز عاشور امام حسین علیہ السلام کی نماز ظہر مسلمانوں کے لئے اس بات کا عظیم درس ہے کہ کسی حالت میں بھی نماز ترک نہ ہونے پائے۔ مجھے یقین ہے کہ امام حسینؑ اول وقت نماز سے معاذ اللہ غافل نہ تھے۔ لیکن خود خاموش تھے۔ شاید اس لئے کہ دنیا دیکھ لے امام معصوم ہی نہیں حسینؑ کے اصحاب کو بھی کتنی فکر تھی کہ اس وقت جب جنگ مغلوبہ ہو رہی تھی بیس ہزار کا لشکر حسینؑ کے چند ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ نیزہ وسنان وشمشیر کے ہر طرف سے وار ہو رہے تھے۔ ظاہر ہے اصحاب امام علیہ السلام جوش جہاد میں مدہوش ہوں گے۔ ان کی توجہ اس طرف بھی ہوگی کہ امام حسینؑ اور آپ کے اعزا پر کوئی زخم نہ آنے پائے۔ خیام حسینی کی حفاظت کی فکر بھی ہوگی مگر اس حالت میں بھی اصحاب کو نماز ہی یاد نہ تھی یہ بھی خیال لگا ہوا تھا کہ کب اول وقت ہوتا ہے۔ ابوثمامہ نے بڑھ کر کہا آقا! نماز کا وقت آگیا ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں یا حسینؑ اسی کے منتظر تھے، خوش ہوگئے اور دعا بھی دی تو ایسی جس سے نماز کی عظمت اور نمایاں ہوجائے ارشاد فرمایا۔

ذکرت الصلوٰۃ جعلك الله من المصلين۔

اے ابوثمامہ! تم نے نماز یاد رکھی اللہ تم کو نماز گزاروں میں شمار کرے! اس موقع پر یہ بھی ممکن تھا کہ امامؑ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ جاؤ دو دو ایک ایک کر کے خیمے میں نماز ادا کرلو، مگر اس طرح نماز کی اہمیت تو ظاہر ہوجاتی، نماز جماعت کی فضیلت معلوم نہ ہوتی۔ امامؑ نے اس عالم میں جبکہ مصائب کا انبوہ تھا، دشمنوں کا ہجوم تھا، نماز جماعت پڑھ کر اپنے دوستوں بتایا کہ میں نے اس حالت میں نماز جماعت ادا کی ہے تم کم از کم پر سکون حالات میں تو نماز جماعت سے غفلت نہ برتو۔

نماز ظہر سے زیادہ پر ہیبت منظر وہ تھا جب امام یکہ وتنہا دشمنوں کے مجمع میں گھرے ہوئے تھے۔ نہ لشکر رے، نہ سپاہے، نہ کثرت الناسے، نہ قاسمؑ، نہ علی اکبرؑ نہ عباسؑ

مگر اس حالت میں بھی حسینؑ پشت زین پر نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ اور پھر اس سجدۂ آخر کے لئے کیا کہا جائے جس سے حسینؑ نے خود سے سر نہیں اٹھایا سجدے سے سر اٹھا تو نوک نیزہ پر سربلند ہوا۔ امام نے بتایا کہ یہ حقیقت نماز ہے۔ یہ روح نماز ہے۔ یہ شان نماز ہے، جو میں نے ادا کی یہ ہیں وہ ارکان ایمانی جن کا مظہر نماز ہوتی ہے۔

یقیناً نماز شاہ ارکان ایمانی کے ساتھ تھی۔ اس نماز سے بہتر ارکان ایمان کا نمایاں ہونا اب قیامت تک ممکن نہ ہوگا۔ لیکن بزرگ مرتبہ شاعر سے اپنی گستاخی کی معافی مانگتے ہوئے یہ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ دوسرے مصرعے سے مجھے اتفاق نہیں میرے خیال میں یہ کہنا مناسب نہیں کہ ؎

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۷/۔۔۔۔۔۔۔۔ پر)

نے مردوں میں، بے جان مسلمانوں میں، جان ڈال دی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہادت حسینؑ کے بعد بنی امیہ کی ایک رات بھی سکون سے بسر نہ ہوئی۔ کبھی مدینے میں تلوار بلند ہوگئی، کبھی مکے میں، کبھی عراق میں، کبھی حجاز میں۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جب فراعنۂ بنی امیہ کی بوسیدہ ہڈیوں کو بھی قبروں سے نکال نکال کے جلا دیا گیا۔ یہ شہادت حسینؑ ہی کا اثر تھا کہ دلوں سے مرعوبیت ختم ہوگئی اور نہتے عوام نے ایک ظالم وجابر حکومت کا تختہ الٹ دیا اور شام سے بنی امیہ کا تخت یوں اکھڑا کہ قبریں بھی سالم نہ رہ سکیں۔

چراغ امامت ایک ہی تھا، ہاتھ بدل رہے تھے۔ کبھی یہی چراغ حسنؑ کے ہاتھ میں تھا، کبھی حسینؑ کے ہاتھ میں۔ حسنؑ کے ہاتھ میں یہ چراغ آیا تو حسنؑ نے اسے باطل کے چہرے کے سامنے لاکر باطل کے بھیانک چہرے کو نمایاں کر دیا۔ حسینؑ کے ہاتھ میں یہی چراغ آیا تو حسینؑ نے اسی چراغ سے باطل کے خرمن میں آگ لگا دی۔ اور پھر اسی چراغ سے صدیوں بعد ایک قوم نے اپنے ایمان کے چراغ کو روشن کرلیا۔ وہ اپنے اس ایمانی چراغ سے، جس کی لو چراغ امامت سے ملی ہوئی ہے، ایک طرف باطل کو پہچان بھی رہی ہے، رہی سہی دوسری طرف باطل کے خرمن میں آگ بھی لگا رہی ہے۔

۶۱ھ میں چراغ امامت نے کوفہ و دمشق کو راکھ بنا دیا تھا، ایرانیوں کے ایمان کے چراغ نے امام عصرؑ کے سائے میں اور نائب امام کی سربراہی میں واشنگٹن، تل ابیب، بغداد، ریاض اور عمان میں آگ لگا دی ہے۔

خدا وہ وقت جلد لائے جب ہم بھی اپنے ایمان کے بجھتے ہوئے چراغ کو ایک مرتبہ پھر انہیں چراغوں سے روشن کرلیں تاکہ ہم میں حق وباطل کی تمیز کی قوت بھی پیدا ہو جائے۔ اور باطل سے مورچہ لینے کی ہمت بھی۔

❁❁❁

(نگارشات بقیہ صفحہ ۲۰/ کا۔۔۔)

سے زیادہ موثر کوئی ذریعہ نہیں، اس پر آہ و بکا اور رنج وغم قومی مزاج میں ہمدردی، غم خواری اور دوسرے کی مصیبت سے متاثر ہونے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ جس کی گواہی مشاہدہ بھی دیتا ہے کہ حسینیت سے بیگانہ جماعتیں جذبۂ انتقام کے پیدا ہونے کے بعد جس بہیمت وشقاوت پر اتر آتی ہیں اور ظلم وتشدد میں جن نقاط تک پہنچ جاتی ہیں عزائے حسینؑ کے خوگر افراد وہاں تک عملی طور پر پہنچنا کیسا، اسے سوچ بھی نہیں سکتے اور وہ ہمیشہ ایسے وحشیانہ مظالم سے علیحدہ رہتے ہیں خواہ وہ کسی کے بھی ساتھ ہوں۔ یہ عزائے امام حسینؑ کا وہ فیض ہے جو تہذیب و تمدن اجتماعی کی تعمیر کے لئے عظیم افادیت کا حامل ہے۔

❁❁❁

[ماخوذ از پیام عمل، امامیہ مشن لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۵۹ء]

(صفحہ ۲۲/ کا بقیہ: کیا نماز شاہ تھی۔۔۔۔۔)

دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ

میرے خیال میں پیشانی جھکنے کی قید سر جھکنے کے لئے درست نہیں بلکہ وہ سر جو ہر لمحے اور ہر آن بارگاہ احدیت میں جھکا ہوا تھا اس کا اظہار تھا سجدے میں خون آلود پیشانی کا جھکا دینا۔ بارگاہ الٰہی میں دل کا جھکنا کوئی آنی اور لمحاتی واقعہ نہیں۔ اس کو تو ہر آن و ہر لمحے اللہ کے سامنے خم رہنا چاہئے۔

❁❁❁

(ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ، خاص آل عبا نمبر، محرم وصفر ۱۴۰۴ھ/ اکتوبر نومبر ۱۹۸۳ء)